SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633

Vol:3, ISSUE:3 (2024) PAGE NO: 268-281

Publishers: Nobel Institute for New Generation

http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: Hafiz Muhammad Umar Farooque, & Dr. Professor Muhammad Aslam Khan. (2024). Hazrat Shah Abdul Aziz's Approach in the Interpretation of Haroof Muqattat: A Specialized Study Of Tafsee Fathul Aziz : حروف مقطعات کی تشریح میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا نقطۂ نظر: تفسیر فتح العزیز کا اختصاصی. *Shnakhat*, 3(3). Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/349

"Hazrat Shah Abdul Aziz's Approach in the Interpretation of Haroof Muqattat: A Specialized Study of Tafseer Fathul Aziz

حروف مقطعات کی تشریح میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا نقطۂ نظر: تفسیر فتح العزیز کا اختصاصی مطالعہ"

Hafiz Muhammad Umar Farooque[1] **Dr. Professor Muhammad Aslam Khan[2]**

PhD Scholar Qurtaba University of Science and Information Technology D.I.Khan Email. Umarjafar86@gmail.com

Deparment of Islamic Studies Qurtaba University of Science and Information Technology D.I.Khan

Abstract

This paper explores Hazrat Shah Abdul Aziz's approach in Tafseer 'Fathul Aziz' about the phenomenon of "Sellable Letters," also known as *Haroof Muqattat*, enigmatic letter combinations that appear at the beginning of several chapters (Surahs) in the Quran. These letters have been a subject of significant scholarly debate and interpretation within Islamic tradition. The study examines the various theories regarding their meaning, ranging from linguistic and mystical interpretations to their possible connection with the structure and content of the Surahs they precede. Through a comprehensive review of classical and contemporary scholarship, this research aims to uncover the role these letters play in Quranic exegesis and their broader significance within Islamic theology. Additionally, the paper investigates well known Scholar Hazrat Shah Abdul Aziz's approach about these letters and the implications of these letters for the understanding of the Quran's linguistic miracle (I'jaz) and their potential as a subject of interfaith dialogue. By analyzing the historical and theological context of *Haroof Muqattat*, the research contributes to a deeper understanding of this unique feature of the Quranic text.

Keywords: Haroof Muqattat, Approach, Fathul Aziz, Sellable Letters

تمہید

سورۃ البقرہ ان انیتس سورتوں[i] میں سے ہے جن کی ابتدا میں حروف مقطعات آئے ہیں۔ان حروف کی تعداد مکررات کو حذف کرنے کے بعد چودہ ہے۔الف، لام، میم، صاد، را، کاف، ہا، یا، عین، طا، سین، حا، قاف، نون اور یہ سب **صراط علی حق نمسکہ** میں جمع ہیں۔اور ان چودہ حروف کو ان سورتوں میں وارد کرنے میں انیتس نکات اور باریکیاں ملحوظ ہیں جو کہ بیضاوی اور اس کے حواشی میں مذکور ہیں۔اور یہاں جس چیز کا بیان ضروری ہے وہ یہ ہے کہ حروف کے معنی کیا ہیں۔اس کا سمجھنا ایک مقدمہ پر موقوف ہے۔کو بیان کیے بغیر اسے بیان نہیں کیا جاسکتا، اسی لیے اس مقدمہ کو پہلے بیان کیا جاتا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ علمائے محققین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ الفاظ کی اپنے وضعی معنوں پر دلالت صرف وضع کے ساتھ ہے کہ واضع نے جس لفظ کو جس معنی کے لیے چاہا خاص کر دیا۔بغیر اس کے کہ لفظ کی ذات میں ان معنوں کے ساتھ کوئی مناسبت ثابت ہو۔اکثر علماء نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ لفظ کی دلالت ذات لفظ کے تقاضا کی وجہ سے ہوتی تو گروہوں اور شہروں کے اختلاف کی وجہ سے زبانوں کا اختلاف ثابت نہ ہوتا۔اور ہر شخص ہر لفظ کا معنی سمجھ لیتا۔اور ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف لفظ کو منتقل کرنا محال ہوتا۔اسلیے کہ انفکاک بالذات محال ہے۔جیسا کہ جون سیاہ اور سفید کو کہتے ہیں۔اور قرء حیض اور طہر کا نام ہے۔

اور علماء میں سے بعض نے فرمایا کہ لفظ اور معنی کے درمیان طبعی مناسبت ہے جو کہ اس لفظ کے اس معنی کے ساتھ مختص ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔اور اگر وہ مناسبت نہ ہو تو واضع کو معنوں کے مقابلہ میں لفظ وضع کرنے میں ترجیح بلامرجح لازم آئے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ تلاش کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ذات میں حروف کے مختلف خواص ہیں۔جیسے جہر و ہمس، شدت و رخاوت، استعلاء و تسفل۔اور ترکیب کی شکلوں کے مختلف خواص ہیں، جیسے فعلان کہ حرکت پر دلالت کرتا ہے۔جیسے نزوان، خفقان۔اور عین کے ضمہ کے ساتھ فعُل طبعی لازمی افعال پر دلالت کرتا ہے۔اور تشدید کے ساتھ یعنی فعّل کثرت پر دلالت کرتا ہے۔پس اگر خواص کو وضع کرنے والا ان خواص کو جاننے کے باوجود ان کی رعایت نہ کرے اور مناسبت کو بے مقصد چھوڑ دے تو کلمہ کا حق ادا نہیں کیا اور یہ حکمت کے منافی ہے۔حالانکہ واضع ذات پاک حضرت حق ہے۔کہ تمام جہاں کے حکیموں کی حکمت اس کی بے پایاں حکمت کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔

محاکمہ:

اور ان دونوں فریقوں کے درمیان فیصلہ یہ ہے کہ الفاظ اور معنوں کے درمیان ذاتی مناسبت کی رعایت ضرور کی گئی ہے۔مگر جو لوگ اس مناسبت کا انکار کرتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ صرف یہی مناسبت معنی کو سمجھنے میں کافی نہیں، ورنہ پہلے ذکر کی گئی خرابیاں لازم آئیں گیں۔بلکہ اس مناسبت ذاتی کے ہمراہ معنی کو سمجھنے میں وضع واضع کی بھی ضرورت ہے۔کیوں کہ مفرد الفاظ جو کہ حروف ہجا سے عبارت ہیں کی مختلف ترکیبیں، مختلف مناسبتیں ظاہر ہوتی ہیں۔اور وہ جدا جدا مناسبتیں مختلف طریقوں کو چاہتی ہیں۔جس طرح کہ عناصر اربعہ اپنی کیفیتوں کے ساتھ تمام جہان کے مرکبات کے اجزاء ہیں۔مگر ان کی کیفیتوں نے دوسری کیفیتوں کے ساتھ مل کر اور اس انضمام کی وجوہ کے اختلاف نے کہ بعض غالب اور بعض معتدل ہیں، مراتب ترکیب کو گنتی اور احاطہ کی حد سے باہر کر دیا۔اور اس کیفیت کے نشانات کو ظاہر میں عقل کی نظر سے چھپا دیا کہ علام الغیوب کی ذات کے بغیر انہیں دریافت نہیں کیا جاسکتا۔کہ اس خاص ترکیب میں اس کیفیت کا اثر کیا ہوگا۔جب تک کہ تجربہ نہ ہو مثلاً ٹھنڈک اور خشکی کی کیفیت جو کہ افیون میں وہ اپنی اور مٹی کی کیفیت سے زیادہ غالب نہ ہوگی۔حالانکہ تھوڑی سی افیون مار ڈالتی ہے۔جب کہ اس سے کئی گنا زیادہ پانی اور مٹی سے مزاج نہیں بدلتا مار ڈالنے تک تو کیسے پہنچے۔اس لیے عقل ظاہر میں اس قسم کی صورت نوعیہ کے ساتھ وابستہ کر کے اپنی تسلی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ کام اس مرکب سے خاصیت کی وجہ سے صادر ہوا اس مرکب کے اجزاء کی کیفیات کا تقاضا نہ تھا۔علی ہذا القیاس۔

یہاں سمجھنا چاہیے کہ واضع نے اپنے علم محیط کے کمال سے ہر ترکیب میں مفرد الفاظ کو مان کر ہر ترکیب کو معنی کے مقابلہ میں وضع فرمایا

ہے لیکن جب ظاہر بینوں کی عقلیں اس مناسبت کو پانے تک نہیں پہنچیں تو وہ واضع کے ارادہ کے حوالہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں جانتے اور صورت نوعیہ کے بجائے واضع کے ارادے کو اپنے اعتماد کا عصا قرار دیتے ہیں۔ ورنہ حقیقت الامر وہی ہے جو مذکور ہوئی۔ اسی لیے صیغوں کے اشتقاق کا علم رکھنے والوں نے مناسب ترکیبوں میں غور و فکر کر کے حقیقت کا کھوج لگایا ہے۔ اور انہوں نے قریبی تراکیب کے درمیان فرق کیا۔ جیسا کہ فا کے ساتھ فصم اور ق کے ساتھ قصم کہ فصم کسی شے کے جدا ہوئے بغیر ٹوٹنے کو کہتے ہیں۔ جب کہ قصم کسی شے کا ٹوٹنا یہاں تک کہ جدا جدا ہو جائے۔ اور اسی قیاس پر جبذ و جذب اور مدح و حمد ہے۔

نیز مفرد الفاظ کی مناسبتیں ہر فرقہ اور ہر ملک کی نسبت سے اس طرح مختلف ہوتی ہیں کہ ایک فرقہ اور ایک ملک میں رہنے والے معنوں میں سے ایک معنی میں کسی چیز کو پاتے ہیں کہ دوسرے اسے نہیں پاتے۔ اس لیے پہلے فرقہ نے اس چیز کی رعایت کرتے ہوئے ایک لفظ کو ان معنوں کے مقابلہ میں وضع کیا۔ اور دوسرے اس چیز سے غافل ہو کر ان معنوں کے مقابلے میں لفظ وضع کرنے میں اس کی رعایت نہیں کرتے۔ اس طرح ہر فرقہ کے الفاظ اور لغات میں اختلاف رونما ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آسمانی اور زمینی عوارض کی وجہ ہر قوم کے حاصل شدہ مزاج کو بھی آوازوں کی کیفیتوں میں پورا دخل ہے۔ جو کہ معنوں کی حکایت کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہاڑی لوگوں کی زبان جنگلی لوگوں کی نسبت زیادہ سخت اور ثقیل ہوتی ہے اور جنگلی لوگوں کی زبان شہریوں کے مقابلہ میں اسی طرح۔ علی ہذا القیاس ہر فرقہ اور ہر ملک کی عادتوں کو بھی پورا دخل ہے۔ اس لیے ہر شخص، ہر شخص کی زبان نہیں سمجھ سکتا۔ اور صاحب مسلم [ii] نے اپنے بعض شیوخ سے نقل فرمایا کہ انہیں کوہ سوالک جو کہ شمالی ہندوستان میں واقع ہے، کے برہنوں میں سے ایک کے ساتھ ملاقات کا اتفاق ہوا کہ اس برہمن کے پاس قاعدے کلیے محفوظ تھے۔ کہ اس قواعد کی وجہ سے وہ ہر زبان کو پوری طرح سمجھ لیتا تھا۔ اور اس کی ذمہ داری نقل کرنے والے پر ہے۔ ہاں یہ خوف اس وقت لازم ہوگا کہ معنوں پر دلالت کرنے کے لیے الفاظ کی ذاتی مناسبت ہی کافی ہو۔ جیسا کہ عباد بن سلیمان وغیرہ کا مذہب ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ الفاظ سے معنوں کو سمجھنے کے لیے مناسبت ذاتی کافی نہیں۔ بلکہ واضع حکیم کی نظر میں سبب ترجیح دینے والا ہے۔

اور اس بحث کی اگر واقعی تحقیق کرنا چاہیں تو افعال کے حسن و قبح کی بحث میں نظر کریں کہ اس حسن و قبح کو اشعریوں نے محض شرعی قرار دیا ہے۔ بغیر اس کے کہ ذات فعل میں کسی حکمت کا تقاضا ہو۔ پس ان کے نزدیک اگر بالفرض شارع بدکاری کو واجب قرار دے اور نماز کو حرام قرار دے تو ہو سکتا ہے۔ اور اس فرقہ کے ظاہر بین احکام شرعیہ کو صرف اٹکل اور ایک زبردستی قانون سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ جمہور ظاہر بین علماء معنوں کے مقابلہ الفاظ کی وضع سے متعلق اسی قسم کی جزاف و تحکم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور فرقہ معتزلہ نے عقل کو حاکم مستقل جانا۔ اور ان افعال کے حسن و قبح کو ان کا ذاتی سمجھتے ہیں۔ اور نسخ اور حسن کے قبح میں بدل جانے کی صورت میں ان پر گفتگو کا دائرہ بہت تنگ ہو جاتا ہے۔ اور اس قیاس سے ان پر واللہ لاکذبن غداً میں اجتماع نقیضین لازم آتا ہے۔ جیسا کہ اس بحث میں عباد بن سلیمان ضمیری کا مذہب ہے۔

اور ماتریدیہ کے محققین فرماتے ہیں حسن و قبح عقلی ہے۔ لیکن اس لئے نہیں کہ عبد کے حق میں کسی حکم کو واجب کرنے والا ہو۔ بلکہ اس معنی میں کہ اس فعل میں کوئی ایسی چیز ہے جو کہ اس فعل کو حکیم مطلق کی طرف سے حکم کا مستحق قرار دیتی ہے۔ کیوں کہ مرجوح کو ترجیح دینا اس کی شان نہیں ہے۔ اور جب تک کہ حکیم مطلق حکم نہ فرمائے اس وقت تک مکلفین کے حق میں حکم ثابت نہیں ہوتا اور یہاں سے معلوم ہوا کہ مکلف ہونے کے لیے دعوت کا پہنچنا شرط ہے۔ جیسا کہ اس بحث میں مذہب مختار ہے۔ پس جو مشکلات قول بالتناسب پر ذکر کی گئیں تھوڑا غور کرنے پر سب ختم ہو جاتی ہیں۔ [iii]

جب یہ مقدمہ ذکر ہوا تو جاننا چاہیے کہ حروف ہجا میں سے ہر حرف کی ایک بسیط اجمالی حالت ہے۔ ہیئت اور اس حرف کے نکلنے کی جگہ کے اعتبار سے جسے قراء مخرج کہتے ہیں۔ نیز آواز نکلنے اور سامع پر دباؤ اور تیزی وغیرہ کی وجہ سے اثر کرنے کے اعتبار سے بھی جسے عرف قراء میں

صفت حرف کہتے ہیں۔ واضع نے مختلف ترکیبات کو جدا جدا معنوں کے مقابلہ میں وضع کرتے وقت اس کا اعتبار فرمایا۔ اور علمائے اشتقاق جیسے امام راغب اصفہانی وغیرہ نے قوت ذہانت سے ان حالات کو دریافت فرمالیا۔ اور وہ حالت بسیط، واضع کے استعمال میں ترکیبی خصوصیتوں سے خالی نہیں آئی، ہاں عقل کے لیے ممکن ہے کہ ان حالات کو ترکیبی خصوصیتوں سے علیحدہ کرکے گہری نظر سے اسے معین کرے۔ اور اپنی معلوم کیفیتوں میں سے کسی کیفیت کے ساتھ تعبیر کرے۔ جیسے اہل موسیقی کا نغموں کی آوازوں کو صورتوں اور وقتوں سے تعبیر کرنا اور اہل نجوم کا ستاروں کی تطبیق کو کائنات کی اقسام سے حکایت کرنا۔

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک حروف مقطعات کا معنی

اور اس معنی کو سلطان العارفین اسوۃ الحکماء المتالہین حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے کتاب خیر کثیر جس کا لقب خزائن الحکمت ہے کہ آخر میں شواہد و دلائل کے ساتھ تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ اور کتاب الفوز الکبیر فی علم التفسیر کے آخر میں اس قدر بیان پر اکتفا فرمایا جو کہ مقطعات قرآنی کی تفسیر میں کام آئے چنانچہ اس کی بشارت والی عبارت فوز کبیر سے نقل کی جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ حروف ہجا جو کہ کلمات عرب کی اصل ہیں، ان میں سے ہر ایک کا معنی بسیط ہے۔ کہ انتہائی نازک ہونے کی وجہ سے اس کی تعبیر اجمالی رمز کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ بہت قریبی مادے معنوں میں قریب یا متفق ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اہل ادب کے عقل مندوں نے ذکر کیا ہے کہ جہاں نون اور فا جمع ہوں تو وہاں کسی نہ کسی طرح سے نکلنے کے معنوں پر دلالت ہوتی ہے۔ جیسے نفر، نفث، نفح، نفخ، نفد، نفذ[iv] اور جہاں بھی فا اور لام جمع ہوں وہ پھاڑنے کے معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسے فلق، فلج، فلح، فلذ اور فلد[v]۔

اور یہیں سے اہل ادب کے عقل مند جانتے ہیں کہ عرب والے اکثر ایک کلمہ کو حروف متقاربہ میں تبدیل کرکے کئی وجہوں پر بولتے ہیں۔ جیسے دق، دک[vi]، لج، لز۔[vii]

بہر حال اس کے بے شمار گواہ ہیں۔ اور ہمیں صرف تنبیہ کرنا مقصود ہے اور کچھ نہیں۔ اور یہ سب لغت عرب ہے۔ اگرچہ خالص عرب اس کی گہرائی تک نہیں پہنچتے اور نحوی بھی ادراک نہیں کرتے۔ چنانچہ اگر تو خالص عربی سے تعریف جنس کا مفہوم یا تراکیب کے خواص پوچھے تو وہ اس کی حقیقت بیان کرنے پر قادر نہیں ہوتا اگرچہ انہیں استعمال کرتا ہے۔ پھر کلام عرب کے موشگاف ایک سطح پر نہیں ہیں۔ بعض ذہن کے اعتبار سے بعض سے زیادہ لطیف ہیں۔ کئی مفہوم ایسے ہیں کہ ایک جماعت اس کی گہرائی تک پہنچتی ہے اور دوسرے وہاں تک نہیں پہنچے۔ اور یہ علم بھی اگرچہ لغتِ عرب سے ہے۔ مگر اکثر باریک بیں اس مفہوم کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

پس حروف مقطعہ سورتوں کے نام ہیں اس طرح کہ سورۃ میں جو کچھ تفصیل کے ساتھ مذکور ہوتا ہے اس پر اجمالی طور پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کی تشبیہ اس طرح ہے کہ کسی کتاب کا نام ایسا مقرر کردیا جائے کہ سننے والے کے ذہن پر اس کتاب کی حقیقت واضح کردے۔ جیسا کہ بخاری نے اپنی کتاب کا نام الجامع الصحیح المسند فی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رکھا ہے۔

ھمزہ اور ہاء کا معنی

پس "الم" کا معنی یہ ہے کہ غیر متعین غیب، عالم شہادت کی نسبت سے جو کہ آلودہ ہے متعین ہوگیا۔ کیوں کہ ہمزہ اور ہا دونوں غیب کے معنوں میں ہیں البتہ ہا اس عالم کا غیب ہے۔ اور ہمزہ عالم مجرد کا غیب۔ اسی لیے استفہام کے وقت ام کہتے ہیں۔ اور عطف کے وقت 'او' اس لیے کہ جس کے متعلق استفہام ہوتا ہے اس کا امر ایک منتشر امر ہے۔ اور وہ متعین کی بہ نسبت غیب ہے۔ اور اس طرح جس میں تردد ہے وہ غیب ہے پہلے ہمزہ زیادہ کرتے ہیں۔ تاکہ اس پر دلالت کرے کہ اس کے ذہن میں ایک صورت قائم ہے کہ اس کی تفصیل فلاں مادہ ہوگا۔ اور ضمیروں میں ہا کو اختیار

کیا گیا ہے۔ کیوں کہ اس عالم کا غیب ہے۔

لام کا معنی

اور متعین کو کچھ اجمال حاصل ہوا اور لام تعین کے معنوں میں ہے۔ اسی لیے تعریف کے وقت لام زیادہ کرتے ہیں۔

میم کا معنی

اور چوں کہ میم کی وجہ سے دونوں ہونٹ جمع ہو جاتے ہیں اس لیے وہ آلودہ کے جسم پر دلالت کرتی ہے۔ جس میں کہ شے کی حقیقتیں جمع ہوئیں اور مقید ہوئیں اور تجرد کی فضا سے تقید کی گرفت میں آ پڑیں۔

الم کا معنی

پس "الم" فیض مجرد سے کنایہ ہے جو کہ عالم تغیر میں آیا اور اس کے عادات وعلوم کے مطابق متعین ہوا۔ اور ان کے دل کی سختی کا نصیحت کرنے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور فاسد اقوال اور کھوٹے اعمال کو مضبوط دلائل سے گرا دیا۔ اور ساری سورۃ اس کی شرح اور بیان ہے۔

الر اور راء کا معنی

اور الر، الم کی مثل ہے۔ سوائے اس کے کہ راتردد پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی وہ غیب جو کہ آلودگی سے متعین ہوا پھر دوسری بار آلودگی میں آیا اور متعین ہوا۔

میم کا معنی

اور "میم" بھی "راء" کے ساتھ اسی طرح ہے۔ اور یہ بنی آدم کی برائیوں کو گرانے والے علوم سے کنایہ ہے جو کہ بار بار انہیں توڑتے ہیں۔ اور وہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور یکے بعد دیگرے ان کے مذاکرات اور بار بار کے سوال وجواب پر صادق آتے ہیں۔

طاء اور صاد کا معنی

اور طا اور صاد دونوں کا مفہوم آلودگی کے عالم سے عالم بالا کی طرف اٹھنے کی حرکت ہے۔ سوائے اس کے کہ " طا" اس متحرک کی عظمت وبزرگی یا اس کی آلودگی پر دلالت کرتی ہے۔ اور "صاد" صفائی اور لطافت پر

سین کا معنی

جب کہ "سین" تمام آفاق میں جاری ہونے، محو ہونے اور پھیل جانے پر دلالت کرتا ہے۔

طہ کا معنی

پس طہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مقامات ہیں کہ ان کے عالم اعلیٰ کی طرف متوجہ ہونے آثار ہیں جس نے اس عالم میں اجمالی بیان اور ان کی کتابوں میں مذکور ہونے کے ساتھ ایک غیب کی صورت پیدا کی۔

حم اور حاء کا معنی

اور حم انبیاء کرام علیہم السلام کے مقامات ہیں کہ ان کی حرکات فوقانی کے آثار ہیں جو کہ عالم آلودگی میں جاری اور آفاق میں منتشر ہوئے۔ اور "حا" وہی " ہا" ہے۔ جس کا معنی بیان کیا جا چکا سوائے اس کے کہ جب روشنی، ظہور اور تمیز رکھے تو اسے حا سے تعبیر کرتے ہیں۔

پس حم کا معنی ایک نورانی اور روشن اجمال ہے۔ جو کہ عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ سے آلودہ جہان کے خصائص میں پیوست ہوا اور کنایہ ہے ان کے اقوال کو رد کرنے اور ان کے شبہات، مناظرات اور عادات میں حق کے ظاہر ہونے سے۔

عین کا معنی

اور "ع" ظہور اور روشنی اور متعین ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ق کا معنی

اور ق، م کی طرح اس عالم پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن قوت اور شدت کی جہت سے اور میم اس میں صورتوں کے اجتماع اور ہجوم کی جہت سے۔ پس عشق حق روشن ہے کہ آلودگی کے عالم میں سرایت کیے ہوئے ہیں۔

ن کا معنی

اور "ن" کا مفہوم وہ نور ہے جو کہ اندھیرے میں سرایت کرتا اور پھیلتا ہے۔ اس حالت کی طرح جو کہ صبح صادق کے وقت یا غروب شمس کے نزدیک ہونے کے وقت ہوتی ہے۔

یاء کا معنی

اور "یا" اسی طرح ہے مگر یہ کہ "ن" کی بہ نسبت یا میں نورانیت کچھ کم سمجھی جاتی ہے۔ اور "ہا" کی نسبت سے تعین کم ہوتا ہے۔ پس یہ اُن معنوں سے کنایہ ہے جو کہ عالم میں پھیلتے ہیں۔

ص کا معنی

اور "ص" ایک ہیئت ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کے اپنے پروردگار کی طرف جبلۃً یا کسباً متوجہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔

ق کا معنی دیگر

اور "ق" ایک قوت، شدت اور ناپسندیدگی ہے جو کہ اس عالم میں متعین ہوئی۔ جیسا کہ کوئی کہے کہ میرے قصد کا نشانہ یہ ہیئت ہے۔ کہ اس عالم میں شکستگی اور تصادم کی وجہ سے پیدا ہوئی۔

ک کا معنی

اور "ک" مثل "ق" کے ہے سوائے اس کے کہ قوت کا معنی "ق" کے بہ نسبت کم سمجھا جاتا ہے۔

کھیعص کا معنی

پس کھیعص کا معنی ظلمتوں سے آلودہ جہان جس میں بعض علوم جو کہ روشن نہیں ہیں پروردگار اعلیٰ کی طرف رجوع کے وقت متعین ہوئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان کلمات کے معنوں کو بطریق ذوق سمجھا یا گیا اور ان اجمالی معنوں کے ان کلمات کے سوا تحریر میں لانا اور تقریر کرنا ممکن نہیں اگرچہ یہ کلمات ان کی حقیقت کے بیان کو پورا نہیں کرتے بلکہ ایک وجہ سے بیان کرتے ہیں واللہ اعلم بالصواب انتھی۔[viii]

شیخ کبیر صدر الدین قونوی کے ان حروف کے اجمالی معنوں کو بیان کرنے کے متعلق دو رسالے ہیں۔ اور ان ہر دو رسالوں میں انہی مضامین کے قریب قریب بیان فرمایا، مثلاً ایک رسالہ میں فرماتے ہیں ۔ **"الالف کل قیم محیط مستقل بما ھو مقام بہ کآدم وعیسی والکعبۃ**[ix] **اللام کل وصلۃ تستقل بالایصال لما یقصد بہ کالرسل المستقلۃ**[x] **المیم کل تمام وفی بمقصدہ کالفلک والارض وعلی ھذاالقیاس**[xi]**"**

دوسرے رسالہ میں فرماتے ہیں ۔ **"الالف غیب واحاطۃ۔ اللام وسع وصلۃ فی لطف۔ المیم تمام اظھر مثال حس**[xii]**"**

اور علمائے جفر[xiii] کے نزدیک اس عالم کے ارکان کے ساتھ حروف کی مناسبت کے بیان میں علیحدہ راستہ ہے۔ اور وہ راستہ ان حروف کی خطی اشکال پر مبنی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حروف ہجا کے اجمالی معنوں کا ہونا اور ان معنوں پر نظر رکھتے ہوئے حقائق کلیہ کے ساتھ ایک ان کی مناسبت

ہونا ایک ایسا امر ہے کہ اہل کشف و تحقیق اور اہل اشتقاق و تصرف دونوں کے نزدیک مسلم ہے۔ اگر ظاہر بین متکلمین اور فقہاء اس کا انکار کریں تو وہ کسی گنتی میں نہیں۔

مقطعات کے تحقیق میں سولہ اقوال

حروف مقطعات کی تحقیق میں قدیم مفسرین سے سولہ اقوال منقول ہیں۔

(1) قول اول: یہ کہ یہ حروف اسرار محبت ہیں [xiv] کہ غیروں سے چھپا کر اپنے رسول حبیب پاک ﷺ کو ان کا پتہ دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ حروف مفردہ سے خطاب کرنا احباب کی سنت ہے۔ کیوں کہ حبیب کا راز جو حبیب کے پاس ہے واجب ہے کہ اس پر رقیب کو اطلاع نہ ہو۔ اور اس قول کی تائید اس روایت سے کی گئی ہے جو کہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے مروی ہے **"في كل كتاب سر و سر القرآن أوائل السور** [xv]**"** اور وہ جو امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے **"ان لکل کتاب صفوۃ و صفوۃ ھذا الکتاب حروف التھجی** [xvi]**"**

نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ علم بے پایاں کی طرح ہے کی طرح ہے کہ اس سے نہر جاری کی گئی اور اس نہر سے راجباہ اور اس راجباہ سے کھالے پس اگر نہر کو تکلیف دیں کہ دریا کے سارے پانی کو برداشت کرے تو نہیں کر سکتی اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا "أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا [xvii]" پس بے پایاں علم کا دریا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس دریا سے مختلف نہریں رسل کو عطا فرمائی گئیں۔ اور ان نہروں سے چھوٹے راجباہ ہر فن کے علماء کو پہنچے اور ان راجباہوں سے عوام الناس کو ان کی استعداد کے مطابق نالیں پہنچتی ہیں۔ اور ہر نچلے درجے کا اپنے سے اوپر کے درجہ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے بعض خبروں میں واقع ہے **" للعلماء سر وللخلفاء سر وللأنبياء سر وللملائكة سر ولله من بعد ذلك كله سر** [xviii] **"** پس علماء کے لیے ممکن نہیں کہ خلفاء کے سر پر اطلاع پائیں و علی ہذا القیاس۔۔

اور اس کا سبب یہ ہے کہ کمزور عقلیں اسرار قویہ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں جس طرح چمگادڑ کی آنکھ آفتاب کے نور کو برداشت نہیں کر سکتی اور یہ قول شعبی سے منقول ہے۔ کیوں کہ ان سے ان حروف کے معانی کا سوال کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا" **سر اللہ فلا تطلبوہ** [xix]" اور جو قول اس کے رد میں کہا گیا کہ اگر مقدمہ یہی ہے تو قرآن کا معنی معلوم نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ نزول قرآن کا فائدہ اس کے معنوں کے فہم پر منحصر نہیں۔ کئی جگہ صرف ایمان مطلوب ہوتا ہے۔ جیسا کہ تمام تشابہات میں یہی معنی مطلوب ہے "وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ" سے لے کر " **كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا** [xx]" تک کی نص کے موافق۔ اور جیسا کہ شریعت کے جن افعال کی ذمہ داری بندوں پر رکھی گئی ہے ان کی دو اقسام ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ ان کی وجہ حکمت ظاہر ہے جیسا کہ نماز کہ معبود کی بارگاہ میں عاجزی اور منعم کا شکر ہے۔ اور روزہ کہ نفس کو توڑنا اور شہوت کو مغلوب کرنا ہے۔ اور زکوٰۃ کہ مساکین کی حاجت پوری کرنا اور بخل جیسی ذلیل عادت کو دور کرنا ہے۔ اور بعض اعمال ایسے ہیں کہ ان میں وجہ حکمت اصلاً ظاہر نہیں ہوتی۔ جیسا کہ افعال حج اور دونوں قسم کے افعال و اعمال سے بندے مکلف کیے گئے ہیں تا کہ اس تکلیف شرعی پر عمل کرنے کی وجہ سے مکلفین اپنے کمال کے مرتبوں میں ترقی کر سکیں بلکہ دوسری قسم میں کمال اطاعت زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح کلمات قرآنی میں دونوں قسمیں وارد ہوئی ہیں تا کہ دوسری قسم میں ایمانی قوت زیادہ ظاہر ہو۔

(2) دوسرا قول: یہ ہے کہ حروف مقطعات سورتوں کے نام ہیں۔ [xxi] یہ اکثر متکلمین کا مذہب ہے اور خلیل اور سیبویہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ [xxii]

(3) تیسرا قول: یہ ہے کہ یہ حروف اسمائے الٰہیہ ہیں۔ [xxiii] یہ قول حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ اور دیگر منتخب صحابہ کرام ؓ سے مروی ہے۔ اور امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی یہی منقول ہے کہ وہ اپنی دعا میں یوں کہتے **"یا کھیعص یا حمعسق** [xxiv]" اور اسی کے قریب یہ قول ہے کہ یہ حروف اسمائے الٰہی کے بعض حصے ہیں۔ بعض جگہوں پر ہمارے لیے ترکیب ممکن ہے مثلاً **"الر، حم، ن "** کو جمع کریں تو ہمیں "

الرحمٰن" حاصل ہوا اور بعض میں ممکن نہیں اور یہ قول سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے۔[xxv]

(4) قول چہارم: یہ ہے کہ یہ حروف قرآن مجید کے نام ہیں۔[xxvi] اور کلبی، سدی اور قتادہ کا یہی مذہب ہے۔[xxvii]

(5) قول پنجم: یہ ہے کہ ان حروف میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام پر بطریق اشارہ دلالت کرتا ہے[xxviii] مثلاً الف احد، اول، آخر، ازلی اور ابدی کا اشارہ ہے۔ اور لام لطیف کا اشارہ ہے، میم ملک، مجید، منان کا اشارہ ہے۔ اور کاف سے کافی، ہا سے ہادی، حا سے حکیم، عین سے عالم، اور صاد سے صادق کا اشارہ ہے۔ اور کبیر و کریم، مخبر، عزیز و عدل کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور ابن عباسؓ سے یہ قول منقول ہے۔ لیکن کبھی حرفوں سے صفات مرکبہ کا استنباط بھی کرتے ہیں مثلاً "**الف لام میم** "میں" **انا اللہ اعلم**[xxix]" کہتے تھے۔ اور " **الف لام میم صاد انا اللہ اعلم و افضل** [xxx]" اور "الر" میں "**انا اللہ اریٰ**[xxxi]" اور محمد بن کعب قرظیؒ صفات افعال کو انہی حروف سے نکالتے تھے اور کہتے تھے "**الف الاء اللہ، لام لطف الٰہی**" ہے اور میم اس کی" **مجد**" ہے۔[xxxii]

(6) قول ششم: یہ ہے کہ الف اللہ سے لیا گیا ہے اور لام جبریل سے اور میم محمد سے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو بواسطہ جبریل حضرت محمد ﷺ پر اتارا ہے۔[xxxiii]

بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ الف **انا**، لام **لی**، اور میم **منی** [xxxiv] یعنی تمام عالم میں ظاہر میں ہوں اور ہر چیز میری ملک اور خلق ہے اور مجھ سے پیدا ہوئی۔

(7) قول ہفتم : عبدالعزیز بن یحییٰ نے کہا کہ ہے کہ بچوں کی تعلیم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے انہیں حروف ابجد مقطعہ کی تعلیم دیتے ہیں اس کے بعد مرکبات سکھاتے ہیں۔ ان حروف مقطعہ کو لانے میں اسی طریقہ کی طرف اشارہ ہے۔[xxxv]

(8) آٹھواں قول : قطرب نحوی کہتا ہے کہ جب کفار اس قرآن کو سنتے تو مذاق اور بیہودہ باتیں کرتے تھے۔ چانچہ قرآن مجید میں فرمایا "وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ[xxxvi]" حق تعالیٰ نے حروف مقطعہ اس لیے اتارے تاکہ تعجب سے سننے لگیں اور قرآن کے معنی ان کے دلوں پر ہجوم کریں کہ " من حیث لایشعرون[xxxvii] "

(9) قول نہم : مبرد کہتے ہیں کہ بعض سورتوں کے اوائل میں ان حروف مقطعہ کو لانا تحدی یعنی دعوت نبوت کے وقت کافروں کا ہوش دلانے اور تنبیہ کرنے کو ہے جو کہ دیکھو کہ یہ قرآن مجید ان ہی حروف سے ہے کہ تم بھی اپنے کلام کو ان ہی سے ترکیب دیتے ہو۔ اگر یہ ہمارا کلام نہ ہو تو تم سب کے سب اس کے مقابلہ سے عاجز کیوں ہو۔[xxxviii]

(10) دسواں قول : ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ یہ حروف ابجد کے حساب سے اس امت کے عمدہ انقلابات کے اوقات اور مدتوں کی طرف اشارہ ہے کہ ان میں سے بعض معلوم اور بعض نامعلوم ہیں۔ [xxxix] اور اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جو بخاری نے اپنی تاریخ میں[xl] اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن ابو یاسر بن اخطب یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کے قریب سے گزر رہا تھا۔ اس نے سنا کہ حضور ﷺ سورہ بقرۃ کا ابتدائیہ پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اپنے بھائی حیی بن اخطب کے پا گیا اور کہنے لگا کہ آج محمد ﷺ سے عجیب چیز سنی ہے۔ کہ کتاب الٰہی میں الم کی تلاوت کر رہے تھے۔ حیی نے کہا کہ تو نے اپنے کانوں سے سنا کہ۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ حیی اٹھا اور یہودی عالموں کی جماعت کو لے کر حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یہ حروف آپ کے پاس جبریل، اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لائے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ حیی نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ گزشتہ پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر کو اپنی حکومت کی مدت معلوم نہ تھی۔ اس پیغمبر کو اس مدت پر آگاہی کیوں دی گئی۔ پھر اس نے ہمراہیوں کی متوجہ ہو کر کہا کہ شمار کرو۔ الف ایک ہے۔ اور لام تیس اور میم چالیس ہے۔ پس اس دین کی مدت ساری کی ساری اکہتر برس ہے۔ یہ دین جو اتنی قلیل مدت رکھتا ہے ہم اسے کیوں

قبول کریں۔ پھر حضورﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ ان حروف کے علاوہ آپ پر اور حروف بھی نازل ہوئے ہیں؟ حضورﷺ نے فرمایا ہاں اور **المص** پڑھا۔ اس نے کہا کہ اس کی مدت زیادہ ہے ایک سو اکسٹھ سال۔ پھر پوچھا آپ کوئی اور چیز بھی رکھتے ہیں۔ حضورﷺ نے فرمایا : **الر، المر** حیی نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) آپ نے یہ مسئلہ ہم پر مشتبہ کر دیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کا دین کا رواج کم ہے یا زیادہ اور جب اٹھ کر چلا گیا تو ساتھیوں سے کہنے لگا کہ شاید یہ ساری مدتیں امت (محمد ﷺ) کے لیے جمع کی گئی ہیں لیکن امت کے ادوار و انقلابات ان مدتوں میں دوسرے رنگ میں ظاہر ہوں گے۔ اس کے ہمراہیوں نے کہا کہ ابھی کام مشتبہ ہے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس قصہ کے بعد یہ آیت بھیجی "هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ[xli]"

(11) گیارہواں قول: یہ ہے کہ یہ حروف ایک کلام کے ختم ہونے اور دوسرے کلام کے شروع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔[xlii]

(12) بارہواں قول: یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان حروف کی قسم فرمائی ہے۔ اور حرف قسم محذوف ہے۔ جس طرح کہ دوسری سورتوں کے اوائل میں دوسری مخلوقات کی قسمیں بیان فرمائیں اور فی الواقع یہ حروف ایک شرافت رکھتے ہیں۔ اور اسی شرافت کی وجہ سے قسم کے قابل ہیں۔ کیوں کہ لغات کی اصل ہیں۔ اور ان کی وجہ سے لوگوں کے مافی الضمیر کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔ ذکر الٰہی کا مادہ ہیں اللہ تعالیٰ کی کلام کی اصل اور بندوں کے نام اس کا خطاب ہیں۔[xliii]

(13) تیرہواں قول : الف امر سلوک کی ابتدا میں شریعت پر استقامت کی علامت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ فرمایا" إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا [xliv] "لام اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ جو مجاہدہ کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا" وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [xlv] "اور میم اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ محبت کے مقام میں دائرہ کی مانند گھومتا ہے کہ اس کی انتہا عین ابتداء ہوتی ہے۔[xlvi] چنانچہ ایک عارف نے فرمایا۔

نہایت در آخر بدایت شود جو شا گرد مر درسن تاب ھون[xlvii]

چودھواں قول: الف حلق کی جڑ سے ظاہر ہوتا ہے اور لام زبان کی طرف سے جو کہ مخارج کا درمیان ہے اور میم لب سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ مخارج کا آخر ہے۔ اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ کے کلام کی ابتدا، درمیان اور آخر میں اللہ کا ذکر چاہیے۔[xlviii]

(15) پندرہواں قول : یہ ہے کہ الف لام تعریف کی علامت ہے اور میم علامت جمع، گویا فرمایا گیا کہ قرآن مجید کا نزول تمام لوگوں کو آگاہی بخشنے کے لیے ہے۔ تاکہ اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا جانیں اور اس کی پسند و ناپسند کو پہچانیں۔[xlix]

(16) سولہواں قول : ان حروف مقطعہ کو سورتوں کے اوائل میں لانا اعجاز ثابت کرنے کے لیے ہے۔ [l]کیوں لکھنے اور پڑھنے کے بغیر حروف کے ناموں کا پہچانا نہیں جا سکتا۔ بالکل بے پڑھا جو کہ کبھی کسی مکتب میں نہ بیٹھا ہو اسے حروف کے نام اصلا معلوم نہیں ہوتے۔ ہاں صرف حروف کے ساتھ بولتا ہے۔ پس جب حضورﷺ لکھے پڑھے بغیر ان اسماء کا ذکر فرمائیں تو یقین حاصل ہو گا کہ آپ نے انہیں وحی کے ذریعے سے معلوم کیا ہے۔ خصوصاً جب گہری نظر سے دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان حروف کو لانے میں اس قدر باریکیوں اور نکات کی رعایت کی گئی ہے کہ ماہر عربی دان کے لیے ان کی رعایت ممکن نہیں۔[li]

حروف مقطعات کے لطائف و نکات

(1) ان میں سے یہ ہے کہ مقطعات میں چودہ حروف وارد کیے گئے ہیں [lii] جو کہ حروف ہجا کا نصف ہیں اگر الف کا علیحدہ شمار نہ کریں۔ انیتس سورتوں میں [liii] جو کہ الف کو ملا کر حروف ہجا کی تعداد ہے۔ پس حروف کے ناموں کا نصف مسمیات کی تعداد میں وارد کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ الف کو ہمزہ کے ساتھ پوری مشارکت ہے ان میں فرق صرف سکون اور حرکت کا ہے۔

(2) ان میں سے یہ ہے کہ ان حروف کو وارد کرنے میں حروف کی ساری قسموں کی طرف اشارہ ہے کہ نصف نصف ہر قسم کا لایا گیا مثلاً

(الف) حروف کی دو قسمیں ہیں :مہموسہ ، مجہورہ[liv]۔ مہموسہ حروف[lv] "ستشحک فصفہ" ہیں اور ان دس حروف میں سے حا، ہا، صاد، سین اور کاف مقطعات قرآنی میں وارد ہیں جو کہ ان کا حقیقی نصف ہیں۔اور حروف مجہورہ میں سے بھی نصف حقیقی یا نصف اقل مذکور ہے۔اور وہ لام، نون، ، یا، قاف، طا، عین، ہمزہ، میم اور را ہے۔

(ب)نیز حروف دو قسموں پر ہیں :مطبقہ ، منفتحہ[lvi]۔ مطبقہ[lvii] سے جو کہ چار حروف ہیں صاد، ضاد، طا اور ظا کے نصف کو ذکر فرمایا جو کہ صاد اور طا ہیں۔اور باقی حروف جو کہ منفتحہ ہیں کے بھی نصف کو ذکر فرمایا جو کہ ۱۲ حروف ہیں۔

(ج) اور حروف قلقلہ[lviii] سے جو کہ پانچ حروف ہیں قاف، دال، طا، با اور جیم نصف اقل کو ذکر فرمایا جو کہ قاف اور طا ہیں۔تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ کلام عرب میں یہ حروف تھوڑے ہیں۔

(د)اور دو حروف لین کہ واؤ اور یا ہیں، میں سے یا کو اختیار فرمایا کیوں کہ یا ثقل میں واؤ سے کمتر ہے۔

(ھ)اور حروف مستعلیہ[lix] میں سے جو کہ سات ہیں قاف، صاد اور طا کو جو کہ نصف اقل ہے،اختیار فرمایا۔اور خا، غین، ضاد، اور ظا کو ترک فرمایا۔ اور حروف منخفضہ[lx] سے جو کہ اکیس ہیں نصف اکثر کہ جو کہ گیارہ ہیں، ذکر فرمایا۔(و)اور حروف بدل سے جو کہ سیبویہ کے مذہب کے مطابق گیارہ حروف ہیں،الف، جیم، دال، طا، واؤ، یا، تا، میم، نون، ہا اور ہمزہ نو حروف ذکر فرمائے ہیں۔

(ز) اور ان حروف میں سے جو کہ اپنی مثل میں مدغم ہو جاتے ہیں اور اپنے قریب المخرج میں مدغم نہیں ہوتے۔اور وہ پندرہ حروف ہیں ہمزہ، ہا، عین، صاد، حا، میم اور یا کو ذکر فرمایا جو کہ نصف اقل ہوتا ہے۔اور خا، غین، ضاد، فا، ظا، شین، زا، اور واؤ کو ترک فرمایا۔اور ان حروف میں سے جو کہ دونوں میں مدغم ہوتے ہیں اپنی مثل میں بھی اور قریب المخرج میں بھی اور باقی تیرہ حروف ہیں، میں سے اس کے نصف اکثر کو ذکر فرمایا جو کہ حا، قاف، کاف، را، سین، لام، اور نون ہیں۔تاکہ اشارہ ہو اس بات کا ادغام،کلام کے ہلکے اور فصیح ہونے کو واجب کرتا ہے۔جو چیز ادغام زیادہ قبول کرے گی اس کے حال کی رعایت رکھی جائے گی۔اور وہ حروف چار ہیں جو کہ اپنے قریب المخرج ان میں ادغام قبول کرتے ہیں۔اور وہ میم، را، شین اور فا ہیں۔اس کے نصف کو ذکر فرمایا کہ میم اور را ہے۔

(ح)اور حروف ذلقیہ[lxi] جو کہ رب منفل میں جمع ہیں اور حروف حلقیہ[lxii] جو کہ حا، خا، عین، غین، ہا اور ہمزہ ہیں۔عرب کے کلام میں زیادہ واقع ہوتے ہیں، دو تہائی ذکر فرمائے گئے تاکہ کلام عرب میں ان کے زیادہ واقع ہونے کا اشارہ ہو۔

(ط)اور دس زائد حروف جو کہ سالتمونیھا میں جمع ہیں میں سے سات حروف کو ذکر فرمایا گیا۔تاکہ اشارہ ہو کہ مزید فیہ کی بناسات سے تجاوز نہیں کرتی اور وہ بھی اسم میں جیسے استفعال اور افعیلال۔

پھر ان حروف کو کبھی مفرد لائے ہیں جیسے ص، ن، ق اور کبھی دو دو مثلاً "حم، یس، طس "اور کبھی تین تین جیسے" طسم، الم "اور کبھی چار چار جیسے "المص، المر" اور کبھی پانچ پانچ جیسے" کھیعص" اور "حمعسق" تاکہ اس بات کا اشارہ ہو کہ مفرد حروف تین قسموں اسم، فعل اور حرف میں موجود ہوتے ہیں۔اسم میں جیسے کاف خطاب،اور فعل میں جیسے قِ اور لِ جو کہ وَقَی یَقِی اور وَلِی یَلِی سے صیغہ امر ہے۔اور حرف میں جیسے بائے جر اور کاف تشبیہ۔اور چار جگہ دو دو لائے ہیں طہ، طس، یس، اور حم تاکہ اشارہ ہو کہ دو دو کی ترکیب کبھی حرف میں ہوتی ہے حذف کے بغیر جیسے بَل، اور ھَل اور کبھی فعل میں حذف کے ساتھ ہوتی ہے جیسے قُلاور کبھی اسم میں حذف کے بغیر ہوتی ہے جیسے مَنْ اور حذف کے ساتھ بھی جیسے دَمٌ،نو مقامات میں تاکہ اشارہ ہو اس بات کا کہ یہ ترکیب تینوں قسموں اسم، فعل اور حرف میں تین جگہ پر واقع ہوتی ہے جیسے ضم، فتح اور کسر۔پس اسماء میں مَنْ،اِذْ ،اور ذُوْ اور افعال میں قُلْ،بِعْ اور خَف،اور حرف میں اِنْ،مِنْ اور مُذ اور تین ترکیب تین تین کی وارد کی ہیں کہ

الم، الرا اور طسم ہیں۔ تاکہ اشارہ ہو اس بات کا کہ یہ ترکیب تینوں قسموں اسم، فعل اور حرف میں واقع ہوئی۔ تیرہ سورتوں [lxiii] میں تاکہ اس امر کا اشارہ ہو کہ ابنیہ مستعملہ کے تیرہ اصول ہیں، دس اسم کے لے لیے **فَلْس، فَرَس، کَتِف، عَضُد، حِبْر، عِنَب، اِبِل قُفْل، صُرَد، عُنُق** اور تین ماضی کے لیے **بَصَر، عَلِم، شَرُف** اور چار چار کی ترکیب کو دو جگہ وارد فرمایا ہے **المر، المص** اور اسی طرح پانچ کی ترکیب کو بھی دو جگہ وارد فرمایا ہے **کھیعص، حمعسق** تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ رباعی اور خماسی ترکیب میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں اصل جیسے **جعفر** اور **سفرجل** اور ملحق جیسے **قردد** اور **جحنفل**۔ اور انہی اشارات کے لیے ان حروف کو سورتوں میں جدا جدا کر کے ذکر فرمایا گیا۔ اور قرآن مجید کے اول میں ایک مقام پر انہیں جمع نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم

البقرۃ، آل عمران، الاعراف، یونس، ھود، یوسف، الرعد، ابراہیم، الحجر، مریم، طٰہٰ، الشعراء، النمل، القصص، العنکبوت، الروم، لقمان، الم السجدۃ، یٰس، ص، الغافر، فصلت، الشوریٰ، الزخرف، الدخان، الجاثیہ، الاحقاف، ق، القلم،

آپ محب اللہ بن عبد الشکور ہیں۔ ہندوستان کے علاقے بہار میں پیدا ہوئے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے پوتے کے اتالیق بھی رہے۔ صدارت مجموعہ ممالک ہندوستان بھی مقرر ہوئے۔ سلم العلوم منطق اور مسلم الثبوت اصول فقہ میں آپ کی مشہور ترین کتابیں ہیں۔ 1119ھ میں فوت ہوئے۔

بحر العلوم، عبد العلی (المتوفی 1225ھ)، فواتح الرحموت، ط ن، س ن، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج 1 ص 25

نفر، نفث (منہ سے تھوک نکالنا)، نفح (ہوا کا دھیمے دھیمے چلنا، اپنے پاس سے ہٹانا)، نفخ (منہ سے پھونک مارنا)، نفد (ناپید ہونا)، نفذ (حکم جاری اور نافذ ہونا)۔ القاموس ص 1678 تا 1680

فلق (پھاڑنا)، فلج (اپنے مقصد میں کامیاب ہونا)، فلح (مقصد میں کامیاب ہونا)، فلذ (ٹکڑے ٹکڑے کرنا) اور فلد (القاموس، ص 1250، 1253

دق (باریک ہونا)، دک (منہدم کرنا)۔ القاموس ص 533، 536 س

لج (جسی کام میں لگا رہنا)، لز (چپکانا)۔ القاموس ص 1440، 1445

شاہ ولی اللہ (المتوفی 1174ھ)، الفوز الکبیر، ص 147 تا 151

الف سے مراد ہر وہ نگران ہے کہ جس چیز پر اسے ٹھہرایا گیا ہے اس پر اس کا احاطہ ہو اور اس پر مستقل ہو۔ جیسے حضرت آدمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور کعبۃ۔

لام سے مراد ہر وہ وسیلہ ہے کہ جس چیز کا اس سے ارادہ کیا جائے اس کے پہنچانے میں مستقل ہو۔ جیسے رسل مستقلہ

میم سے مراد ہر وہ کامل ہے جس نے اپنا مقصد پورا کیا ہو جیسے فلک اور زمین وعلیٰ ھذا القیاس۔

الف سے مراد غیب اور احاطہ ہے۔ لام سے مراد وسع وصلہ فی لطف جس کا وصل لطف میں وسیع ہے۔ میم سے مراد وہ مکمل ہے جس نے حس کی مثال ظاہر کی۔

یہ وہ علم ہے جس میں حروف سے اس حیثیت سے بحث کی جاتی ہے کہ وہ بناء ہے جو دلالت کرنے میں مستقل ہے۔ اسے علم حروف اور علم تکسیر بھی کہتے ہیں۔ (کشاف اصطلاحات الفنون ج 1 ص 568)

طبریؒ، محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبریؒ، جامع البیان، ط: 1، دار ھجر، 1422ھ/2001ء، ج 1 ص 209

ابو سعود، محمد بن محمد (المتوفی 982ھ)، ارشاد العقل السلیم، ط ن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ج 1 ص 21

محی السنۃ، حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر البغوی، معالم التنزیل، ط: 1، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ، ج 1 ص 80 (ہر

کتاب کا سرّ یعنی راز ہے۔اور قرآن مجید کا سرّ سورتوں کے اوائل ہیں)
ایضاً) ،ہر کتاب کا منتخب مضمون ہوتا ہے۔اور قرآن کا منتخب مضمون حروف تہجی ہیں(
الرعد:17(اسی نے آسمان سے پانی برسایا جس سے ندی نالے اپنی اپنی بساط کے مطابق بہہ پڑے)
رازی، محمد بن عمر(التوفی606ھ)، تفسیر کبیر، مفاتیح الغیب،ط:3،داراحیاء التراث العربی، بیروت،1420ھ،ج2ص250
)علماء کے لیے راز ہے۔اور خلفاء کے لیے راز ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے راز ہے اور فرشتوں کے لیے راز ہے اور اس کے بعد اللہ تعالی کی ذات کے لئے سارا راز ہے(
ابو سعود، محمد بن محمد(التوفی982ھ)،ارشاد العقل السلیم،طن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ج1ص21
)اللہ کا راز ہے اسے تلاش نہ کرو(
آل عمران:7(ان آیتوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا،اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ: ہم اس(مطلب) پر ایمان لاتے ہیں(جو اللہ کو معلوم ہے) سب کچھ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے)
طبریؒ، جامع البیان، ج1ص206
ابو سعود، ارشاد العقل السلیم، ج1ص21
ابن ابی حاتم، عبدالرحمان بن محمد(التوفی327ھ)، تفسیر القرآن،ط:3، مکتبہ نزار، سعودیہ،1419ھ،ج1ص32
حسن بن محمد(التوفی850ھ)، تفسیر نیشاپوری، غرائب القرآن،ط:1،دار الکتب العلمیہ، بیروت،1416ھ،ج1ص131
ایضاً
طبریؒ، ج1ص205
ابو سعود، ج1ص21
طبریؒ، ج1ص208
ایضاً
علی بن حسین(التوفی468ھ)،التفسیر البسیط،ط:1، عمادۃ البحث، سعودیہ،1430ھ،ج2ص16
ایضاً
ابو سعود، ج1ص21
ایضاً
رازی، مفاتیح الغیب، ج2ص253
ایضاً
فصلت:26(اور یہ کافر(ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ: اس قرآن کو سنو ہی نہیں،اور اس کے بیچ میں غل مچادیا کرو)
انہیں شعور تک نہ ہو۔ علی بن حسین، التفسیر البسیط، ج2ص20
رازی، مفاتیح الغیب، ج2ص253

طبریؒ، ج1ص208

بخاری، محمد بن اسماعیل(المتوفی256ھ)، تاریخ کبیر، ط ن، دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن، س ن، ج2ص208

نوٹ:اس میں روایت مختصر ہے۔ مَرَّ أَبُو يَاسِرِ بْنُ أَخْطَبَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وهو يتلو " الم " بِطُولِهِ – فِي الْحِسَابِ

آل عمران:7((اے رسول) وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں)

ابو سعود، ج1ص21

ابن ابی حاتم، ج1ص33

فصلت:30(جن لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے)

العنکبوت:69(اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوشش کی ہے، ہم انہیں ضرور بالضرور اپنے راستوں پر پہنچائیں گے)

رازی، مفاتیح الغیب، ج1ص254

آخر میں انتہاء بھی ابتداء ہو جاتی ہے۔جب شاگرد مرد بن جاتا ہے تو تیزی سے حیلہ باز بن جاتا ہے

رازی، مفاتیح الغیب، ج1ص25

بیضاوی، عبداللہ بن محمد(المتوفی791ھ)، انوار التنزیل، ط:1، دار الفکر، بیروت، 1425ھ/2005ء، ج1ص86

ان میں سے اکثر مضامین ان چار تفاسیر سے لئے گئے ہیں۔بیضاوی، ج1ص86تا89

راغب اصفہانی، حسین بن محمد(المتوفی502ھ)، تفسیر راغب اصفہانی، ط:1، کلیۃ الآداب، جامعہ طنطنا، 1420ھ، ج1ص70تا73

زمخشری، محمود بن عمرو(المتوفی538ھ)، الکشاف عن حقائق التنزیل، ط:3، دار الکتاب العربی، بیروت، 1407ھ، ج1ص35تا38

نسفی، عبداللہ بن احمد(المتوفی710ھ)، مدارک التنزیل، ط:1، دار الکلم، بیروت، 1419ھ/1998ء، ج1ص36، 37

الف، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ک، ل، م، ن، ھ، ی،

البقرۃ، آل عمران، الاعراف، یونس، ھود، یوسف، الرعد، ابراہیم، الحجر، مریم، طہ، الشعراء، النمل، القصص، العنکبوت، الروم، لقمان، الم السجدۃ، یس، ص، الغافر، فصلت، الشوری، الزخرف، الدخان، الجاثیہ، الاحقاف، ق، القلم،

ان حرفوں کی ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو۔) جمال القران از مولانا اشرف علی تھانوی، ص16(

ان حرفوں کی ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھرے کہ سانس جاری رہنا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو۔(جمال القران از اشرف علی تھانوی ص16)

ان حرفوں کی ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے لپٹ جاتا ہے۔(جمال القران، ص18)

ان حرفوں کی ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے۔(جمال القران، ص18)

ان حرفوں کو حالت سکون میں ادا کرنے کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے۔(جمال القران، ص19)

ان حرفوں کی ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی۔(جمال القران، ص17)

ان حرفوں کی ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی۔(جمال القران، ص17)

یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارے سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہو جاتے ہیں۔(جمال القران ص18)

ء،ہ اقصی حلق، ع، ح وسط حلق اور غ، خ ادنی حلق سے ادا ہوتے ہیں۔ان کو حروف حلقیہ کہتے ہیں۔(جمال القران ص9)

البقرۃ، آل عمران، یونسؑ، ھودؑ، یوسفؑ، ابراہیمؑ، النمل، القصص، العنکبوت، الروم، لقمان، السجدۃ،